

کاروائی اجتماعات جماعت اسلامی

۱۳۴۶ھ
۱۹۲۶ء

از قلم جماعت اسلامی

جنوری ۱۹۲۶ء میں اعلان کیا گیا تھا کہ اس سال جماعت اسلامی کا اجتماع عام پٹنہ صوبہ بہار میں منعقد ہوگا، نیز جنوبی اور وسط ہند کے حلقہ وارا اجتماعات، اجتماع عام کے بعد متوالی منعقد کئے جائیں گے اور صرف شمال مغربی ہند کا حلقہ وارا اجتماع اکتوبر تک ملتوی رہے گا۔ پٹنہ کے اجتماع عام کے لیے ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ اپریل ۱۹۲۶ء کی تاریخیں بھی مقرر کر دی گئی تھیں۔ مگر اس کے بعد پنجاب، صوبہ سرحد اور بہار میں فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے شمالی ہندوستان کے بیشتر رقبے میں ابر ہی پھیل گئی، ذرائع آمد و رفت بیشتر منقطع اور بقیہ پر خط اور غیر محفوظ ہو گئے اور جہاں فساد بالفعل واقع ہو وہاں کے حالات بھی پرسکون و پر امن نہ رہے۔ اس لیے امیر جماعت نے مقامی ارکان شوریٰ اور دوسرے مقامی ارکان جماعت کے مشورے سے فیصلہ کیا کہ پٹنہ صوبہ بہار کا اجتماع عام منسوخ کر دیا جائے اور اس کے بجائے ہندوستان کے چاروں حلقوں کے الگ الگ سالانہ حلقہ وارا اجتماعات اپریل اور مئی ۱۹۲۶ء میں کر لیے جائیں۔ چنانچہ اس اعلان کے مطابق ہر حلقے کے الگ الگ اجتماعات منعقد کیے گئے اور ان کی مفصل کارروائی درج ذیل ہے۔

حلقہ مغربی و وسط ہند بمقام ٹونک تیارخ ۱۶ اپریل ۱۹۲۶ء

حلقہ مغربی و وسط ہند (راجپوتانہ، سی۔ پی، برار، بمبئی اور راجستھان) کے وسط ہند کا اجتماع ٹونک

میں ۱۶ اپریل شنبہ کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں مرکز سے امیر جماعت اور قیام جماعت شریک ہوئے۔ شہر بمبئی، گلپان، جلگاؤں، دوراجی، جوناگرہ، گودہرا، جامنیر، آگولہ، مینا، جھانسی، اندور، بھوپال، انور، گوالیار، میتول، جبل پور، ٹونک، سردنچ، نیماڑ، جے پور، سوانی، ماہو پور اور اجیر سے ارکان اور ہمدرد حضرات سوا سو سے زائد تعداد میں تشریف لائے۔ اجتماع کی مفصل کارروائی درج ذیل ہے:-

۱۶ اپریل بروز پونچشنبہ | اس روز تین اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس صبح ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے دوپہر تک، دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر سے نماز عصر تک اور تیسرا اجلاس عصر سے مغرب تک۔ یہ تینوں اجلاس خاص اجلاس تھے اس لیے اجتماع گاہ کے بجائے قیام گاہ کے ہال میں منعقد کیے گئے۔ ان تینوں اجلاسوں میں امیر جماعت نے ہر مقام کے ارکان اور ہمدردوں سے مقام وار ملاقات کی۔ ان سے مقامی حالات بتفصیل معلوم کیے اور ہر مقام کے مناسب حال آئندہ کام کے لیے ہدایات دیں۔ امیر جماعت کی ان ہدایات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

- ۱۔ حلقہ راجپوتانہ اسی پی، ریاست ہائے وسط ہند اور برار بڑا اور کولنگ کے ریاست حیدرآباد کے قیام کے حلقے میں شامل کر دیا جائے اور بقیہ حلقے کے مندرجہ ذیل پانچ ڈویژن بنا دیے جائیں:
 - (۱) ٹونک ڈویژن جس میں ٹونک، سوانی، ماہو پور، جے پور، انور اور اجیر شامل ہوں گے۔
 - (۲) جھانسی ڈویژن جس میں جھانسی، بھوپال، مینا، سردنچ، انوری اور ہمدرد شامل ہوں گے۔
 - (۳) اندور ڈویژن جس میں اندور، مہو، تلام اور امین وغیرہ شامل ہوں گے۔
 - (۴) جوناگرہ ڈویژن جس میں جوناگرہ، چور، واڈ، دوراجی وغیرہ شامل ہوں گے۔
 - (۵) جامنیر ڈویژن جس میں جامنیر، بھوساوں، جلگاؤں اور مالنگاؤں شامل ہوں گے۔
- ۲۔ ان ڈویژنوں کے ارکان اور ہمدرد حضرات آپس میں گہرا ربط اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں، وقتاً فوقتاً آپس میں ملنے اور مرادت کرتے رہیں اور کم سے کم ہر تین ماہ میں ایک مرتبہ کسی مناسب مقام پر سہ ماہی اجتماعات منعقد کر کے اپنے گذشتہ کام کا جائزہ اور آئندہ منظم کام کے لیے پروگرام بنایا کریں۔ نیز ایسی صورتیں سوچیں اور تدابیر اختیار کریں جن سے اہم تعاون میں آسانی ہو اور آپس میں

زیادہ سے زیادہ کھیتی پیدا ہو۔

۳- اس پورے حلقے (بجز براج) کے انچارج اور قیم جناب محمد یوسف صاحب صدیقی (نزد مسجد غول، محلہ قافلہ، ٹونک راج) بدستور رہیں گے اور مذکورہ ڈویژنوں میں ڈویژنل اجتماعات کے انچارج علی الترتیب جناب محمد یوسف صاحب صدیقی، جناب افضل حسین صاحب (گورنمنٹ نارمل سکول، جھانسی)، مولانا محمد رفیع صاحب (محلہ لہار پلٹن، مکان بر ۳، اندر سٹی)، حکیم عبدالواحد صاحب (محلہ ملاواڑا، جونا گڑھ) اور جناب خورشید احمد زبیری صاحب (جامینر ضلع مشرقی، خاندیش) ہوں گے۔

تمام مقامی جماعتیں، حلقہ ہائے ہمدرداں، منفرد ارکان اور ہمدرد اپنی ماہوار رپورٹیں اور ڈویژنوں کے انچارج صاحبان سماہی اجتماعات کی رپورٹیں مرکز میں اپنے حلقے کے قیم جناب محمد یوسف صاحب کو بھیجا کریں۔

۴- ہر ڈویژن کے ارکان اور ہمدرد جلدی سے جلدی اپنا پہلا اجتماع منعقد کر کے دو دو تین آدمیوں کے وفد بنالیں اور وہ وفد اپنے گرد و نواح کی بستیوں میں جانا شروع کر دیں۔ حتی الامکان نواحی بستیوں کے ہر پڑھے لکھے انسان (مسلم وغیر مسلم) تک اپنا لٹریچر پہنچا دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ ہر بستی میں کم سے کم ایک ایک شخص ایسا مل جائے جو اس کا خیر میں ہمارا ساتھ عملاً دینے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اس کام کے لیے روابط پیدا کرنے کا انفرادی طریقہ ہی اختیار کیا جائے۔ اس سے پیدا شدہ روابط کا حکم مستقل ہوتے ہیں۔

ان وفد کے سلسلے میں وقت ہر رکن اور ہمدرد سے لازماً لیا جائے لیکن یہ وقت اتنا اور ایسا ہوتا چاہیے جو وہ باسانی دے سکیں۔ جو شخص مہینے میں ایک ہی دن دے سکتا ہو اس سے ایک ہی دن پر سردست اکتفا کیا جائے لیکن یہ وقت ہر ماہ باقاعدہ لیا جانا چاہیے۔

۵- جہاں جہاں ارکان اور ہمدرد حضرات موجود ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے ہاں دارالمطالعہ گشتی

سے یہاں اور دوسرے مقامات پر ہمدرد کا مفاد ان لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو ہمارے کاموں میں مخلصانہ لیتے ہیں اور ہمارے مسلک کو اس حد تک قبول کر چکے ہیں کہ قولاً و عملاً جماعت کی صحیح نمانندگی کر سکیں۔

لائسری اور مکتبے کا انتظام کریں تاکہ لٹریچر پھیلانے میں زیادہ سے زیادہ سہولت ہو اور جو لوگ کتابیں خریدنا چاہیں وہ خرید سکیں۔

۶۔ دوسری مسلم اور غیر مسلم جماعتوں سے اختلاف کے معاملہ میں انتہائی احتیاط برتی جائے۔ ان کے کارکنوں میں سے جو جس قدر بھی ہمارے ساتھ چل سکتا ہو اور چلنے کے لیے تیار چوہا سے ضرور ساتھ لیا جائے، مگر اسے اس باب میں بھی کسی غلط فہمی میں نہ رکھا جائے کہ ہمارے اور اس کی جماعت کے مسلک و طریق کار میں اصولاً کیا فرق ہے

۷۔ معاشی مشکلات کو ہمارے ارکان کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہم اپنے ارکان کو سروسٹ کوئی ایسا پروگرام نہیں دے رہے ہیں جس کے لیے انہیں کوئی زیادہ الگ وقت دینا پڑے۔ اس وقت اپنے ارکان سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ جس حال اور جس کام میں بھی ہوں سرتاپا اسلام کے نمائندہ اور اس کی تعلیمات کے پابند ہوں۔ گھر میں ہوں یا بازار میں، مسجد میں ہوں یا کاروبار میں، ہر جگہ ان میں یہ احساس موجود رہے کہ وہ مسلمان ہیں اور انہیں اپنے ہر عمل و حرکت کا خدا کے، وپر و حساب دینا ہے۔

۱۸ اپریل بروز جمعہ | یہ کھانا اجلاس تھا جو ۸ بجے صبح سے ۱۱ بجے دوپہر تک جاری رہا۔ شرکاء کی تعداد ۳ سو سے زائد تھی۔ اس کی ابتداء امیر جماعت کی حسب ذیل اقتصادی تقریر سے ہوئی:

حمد و ثناء کے بعد فرمایا: حضرات! ہماری اس جماعت کا جو کچھ مقصد ہے اس کو بیان کرنے کے لیے دوسرے مقامات کے لیے تو ممکن ہے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت ہو لیکن ٹونک کے لوگوں کے سامنے اسے بیان کرنے کے لیے کسی لمبی تقریر کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہمارا مقصد وہی ہے جس کے لیے حضرت سید احمد شہید کھڑے ہوئے تھے۔ یہ مقام وہی ہے جہاں حضرت ممدوح نے اپنے کام کی تیاری کی اور پھر یہی وہ مقام ہے جہاں ان کے لٹے ہوئے قافلے نے آکر پناہ لی۔ اگرچہ اس واقعہ کو سو سال ہو گئے ہیں لیکن ان بزرگوں کے آثار ابھی تک یہاں موجود ہیں اور ان کے کارناموں کی داستانیں بھی بہت سے ذہنوں میں اب تک موجود

اور باقی ہوں گی۔ اگرچہ ہماری شخصیتوں کا ان کی شخصیتوں سے کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ پاک نفوس تارینخ کے اور اقی میں اپنی سیرت اور کام کے وہ نقوش چھوڑ گئے کہ دنیا میں ایک مرتبہ پھر صحابہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ہمیں ان سے کیا نسبت؟ لیکن ہماری کوشش اور خواہش یہی ہے کہ اسی کام کو جو انہوں نے کیا اور جس کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور جسے کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، اپنی مقدرت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ اسی مقصد کے لیے ہماری یہ جماعت قائم ہوئی ہے اور اسی کام میں اپنے ساتھیوں کا جائزہ لینے اور نئے ہمراہیوں کی تلاش میں ہم یہاں آپ کے شہر میں آئے ہیں۔ ہمارے اجتماعات کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ اپنے کام کا اشتہار دیا جائے بلکہ یہ کہ اپنے کارکنوں کو وقتاً فوقتاً جمع کر کے ان کے کام کا جائزہ لیں، کوتاہیوں کو معلوم کر کے ان کو دور کرنے کی کوشش کریں اور آئندہ کام کا نقشہ بنالیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ مقصد بھی ہوتا ہے کہ مقامی لوگوں کو اپنے کام سے واقف کرائیں تاکہ اللہ کے جو بندے اس کام کو کرنا چاہتے ہوں وہ ہمارے کام کو دیکھیں اور سمجھیں اور اگر ان کا دل گواہی دے اور مطمئن ہو تو ہمارا ساتھ دیں۔

کل سال ادن ہم اپنے جماعتی اور انتظامی کاموں میں مشغول رہے۔ آج آپ حضرات کو تکلیف دی ہے کہ آپ بھی ہمارے کام کو معلوم کریں۔ میں زیادہ کچھ کہنے سے معذور ہوں کیونکہ میں بیمار اور بہت تھکتا ہوں اور محض احساس فرض اور ضرورت کی وجہ سے اس حال میں یہاں تک آ گیا ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے وہ انشاء اللہ شام کے اجلاس میں عرض کروں گا۔ اب آپ ہماری جماعت کے قیم سے جماعت کے سال بھر کے کام کی رپورٹ سنئے۔

اس کے بعد قیم جماعت نے جماعت کی سالانہ رپورٹ پیش کی جو درج ذیل ہے:

رد و اجتماعات اسلامی ۴۵-۴۶

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه اجمعين۔ امیر جماعت، رفقاء محترم، بہنوں اور بھائیوں! میں آپ کی خدمت میں اس وقت آئیے

حاضر ہوا ہوں کہ جماعت اسلامی کی گذشتہ سال کی رو داد آپ کے سامنے پیش کروں۔ لیکن ہم نے اس اجتماع میں اپنے ارکان اور قریبی ہمدردوں کے علاوہ اپنے ان مسلم و غیر مسلم بھائیوں کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے جو ابھی ہم سے پوری طرح واقف نہیں ہیں مگر ہمارے کام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں، اور ایسے بہت سے احباب تشریف لائے بھی ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ رو داد اجتماع پیش کرنے سے پہلے میں جماعت کی دعوت اور مقصد کو بھی مختصر الفاظ میں بیان کر دوں تاکہ نئے احباب کو بھی اس اجتماع کی کارروائی سمجھنے اور ہمارے پیش نظر کام کو جاننے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔

جماعت اسلامی کی دعوت اور مقصد | سائنس، جدید وسائل تمدن اور موجودہ ذرائع آمدورفت نے دنیا

کے مختلف ممالک کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دیا ہے اور آپس میں اس طرح مل دیا ہے کہ وہ تمام جزا قیائی اور قدرتی حد بندیاں ختم ہو گئی ہیں جو اب تک مختلف ممالک اور ان میں بسنے والی قوموں کو ایک دوسرے سے الگ کیے ہوئے تھیں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ پورا کرہ ارض یعنی زمین، ایک ملک بن گیا ہے اور وہ قطعات جن کو ہم پہلے الگ الگ ممالک خیال کرتے تھے اس نئے ملک کے صوبے یا اضلاع ہیں۔ زیادہ تمدن ممالک تو ایک دوسرے کے اس قدر قریب ہو گئے ہیں کہ ویسا قرب اور آپس کا میل جول گذشتہ زمانے کے تمدن سے تمدن ممالک کے مختلف اضلاع کیا ان کے اضلاع کی مختلف تہذیبوں میں بھی نہیں پایا جاتا تھا، اور نسبتاً غیر تمدن ممالک کے اکثر حصوں میں اب بھی نہیں پایا جاتا۔ مختلف ملکوں اور قوموں کے لوگ ضرورت کے وقت ایک جگہ اس طرح جمع ہو جاتے ہیں جس طرح ایک محلے میں بسنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر گلی میں جمع ہو جاتے ہیں۔

اس تمدنی اور علمی ترقی اور آپس کے میل ملاپ کا قدرتی نتیجہ تو یہ ہوتا چاہیے تھا کہ ملکوں اور ملکوں میں اور قوموں اور قوموں میں محبت، برادرانہ برتاؤ، خیر خواہی اور تعاون کے جذبات زیادہ سے زیادہ پیدا ہوتے اور اخلاق و انسانیت دوسرے تمام حیوانی جذبات پر غالب آجاتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بالکل برعکس مختلف ممالک اور قومیں ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے اور

لیا میٹ کرنے پر اس طرح تھے ہوتے ہیں گویا کہ وہ بھوکے بھیڑیے ہیں جن کو عجزاً فیانی مدبندریوں کی آہنی سلاخوں نے اس دنیا کے چڑیا گھر کے انگ انگ حصوں میں بند کر رکھا تھا اور اب ان سلاخوں کے ٹوٹے تھے ہی وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر تمام ہوشمند اور نبی نوع انسان کے سچے خیر خواہ لوگوں کو لازماً سوچنا چاہیے اور جگہ جگہ وہ سوچ بھی رہے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اور اس کی کیا وجہ ہے کہ قوم ہو یا فرد، جو جس قدر زیادہ تمدن، ترقی یافتہ اور ظاہر میں دیوتا صورت نظر آتا ہے وہ اسی قدر زیادہ انسانی اوصاف سے خالی اور اپنے ہم جنسوں کے لیے کتوں سے زیادہ خطرناک اور وحشی و درندہ ثابت ہو رہا ہے۔ ان کے نفسی کارناموں، اجتماعی پروگراموں اور اندرونی اور بیرونی پالیسیوں کو دیکھ کر گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید کل جنگلی چیتے اور خونخوار درندے ہیں جو اچھی اچھی پوشاکیں پہن کر وسائل تمدن اور حکومت کی گد بوں پر قابض ہو گئے ہیں۔

اس عالمگیر خرابی اور انسانی روگ کی جڑ تلاش کرنے کے لیے آپ تھوڑا سا غور فرمائیں گے تو آپ کو یہ صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ یہ سارا فساد ان غلط افکار و نظریات اور اس بے خدا فلسفہ زندگی کا لایا ہوا ہے جو اس وقت پوری دنیا میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک وبا کی طرح پھیل گئے ہیں اور جن کو ہر قوم اور ہر ملک کے لیڈروں اور ان کے نظماہائے تعلیم و تربیت نے دانستہ یا نادانستہ اپنی اپنی قوموں اور ملکوں میں پلنگ کے جراثیموں کی طرح پھیلا دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے مشرق و مغرب کے سب ممالک ایک اخلاقی پلنگ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہیں اس کی گلیاں "قوم پرستی" کی شکل میں نکل آئی ہیں، کہیں انھوں نے "وطن پرستی" کی صورت اختیار کی ہے، کہیں "نسلی امتیازات" بن کر باہر آئی ہیں اور کہیں "طبقاتی نزاع" کے جنون کا بخار بن کر۔ جراثیم اپنا اثر بہر حال ہر جگہ کر چکا ہے۔ کچھ قوموں اور ملکوں کی موت واقع ہو چکی ہے اور ان کی سٹری ہوئی لاشیں بقیہ کی اخلاقی صحت کو اور بھی خطرے میں ڈال رہی ہیں، کچھ ملک الموت کے انتظار میں بستر مرگ پر پڑی کراہ رہی ہیں، اپنے اطبا، معالجوں اور بوجھ بھگارتوں کو بار بار

بلاتی ہیں، ان سے مشورے پر مشورہ لیتی ہیں لیکن روگ ایسا لگا ہے کہ جسم و جان کو کھائے جا رہا ہے اور معالج ایسے لے رہے ہیں کہ ان کی ہر تدبیر انسٹی اور ہر علاج مخالف پڑ رہا ہے۔

راج الوقت افکار و نظریات اور فلسفہ زندگی نے قوموں کو قوم پرستی کا، ملکوں کو وطن پرستی کا اور مختلف نسلوں کو نسل پرستی کا درس دیا تھا اور ان کے ہاں ان اساسات اجتماع کے علاوہ کسی دوسری اساس کا تصور موجود بھی نہیں تھا۔ چنانچہ جو قومیں ایک نسل سے تعلق رکھتی تھیں انھوں نے اپنے نسلی امتیازات کی بنیادوں پر، جن میں نسلی اشتراک نہیں تھا انھوں نے قومیت کی بنا پر اور ممالک نے وطنیت کی اساس پر اپنی جتنی بندیاں شروع کر دیں اور دنیا کے مختلف ممالک اور قوموں میں بالکل متعارض اور الگ الگ جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ظاہر ہے کہ جب وقت اور فاصلے پر فتح پالینے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک متصل اصطلاح کی طرح آپس میں مل گئے ہوں اور پھر ان میں بسنے والی مختلف قومیں اپنے نسلی امتیازات یا نرہی وطنیت و قومیت کی بنا پر اپنے الگ الگ جتنے اس طرح بنائے ہوئے ہوں کہ ان کے سامنے کوئی مشترک لائحہ عمل اور مقصد زندگی سرے سے ہو ہی نہیں اور ان کو آپس میں ملا کر رکھنے والی کوئی چیز بجز قومی یا ملکی فائدے اور ڈر کے باقی ہی نہ رہی ہو تو ان کا ایک دوسرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے برسر پیکار رہنا ناگزیر ہے۔ کیونکہ قوم پرستی اور وطن پرستی کا تو نظری تقاضا ہی ہے کہ اپنی قوم اور اپنا وطن خواہ حق پر ہو یا باطل پر ہر حال میں ان کا ساتھ دیا جائے، قوم کا ایک ایک فرد اور پوری قوم ہمیشہ مجموعی اپنی قوم اور ملک کے فائدے کے ہر کام کو کرنے اور ان کے نقصان کے ہر کام کو روکنے کے لیے اپنی تمام قوتیں صرف کر دے بلحاظ اس کے کہ دوسری قوموں یا ملکوں کو اس سے کتنا ہی بڑا نقصان پہنچتا ہو ان کے نزدیک کسی چیز یا کام کے جائز یا ناجائز اور حق یا باطل ہونے کا معیار ہی یہ قرار پا جائے کہ یہ ان کی قوم اور ملک کے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان اور ان کا یہ پہلو سرے سے قابل غور ہی نہ رہے کہ اس کا دوسروں پر کیا اثر پڑتا ہے۔

اس بارے میں تو اب تقریباً کہیں بھی دورائیں نہیں پائی جاتیں کہ یہ موجودہ عالمگیر فساد

جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک پوری دنیا کو اپنی پھیٹ میں لے لیا ہے۔ رائج الوقت انکار و نظریات کے تحت "قومیت"، "وطنیت" اور نسلی امتیازات کے بے خدا فلسفہ کے زندگی کا پیدائش ہے۔ یہاں تک کہ جن لوگوں اور قوموں نے ان انکار و نظریات کے شجرِ جہنم کو بویا اور اپنے خون اور پسینے سے اس کی آبیاری کر کے اسے اس قدر بار آور کیا تھا کہ اس کی جڑیں تمام دنیا میں پھیل گئیں وہ خود اب ان کے ہاتھوں اس قدر عاجز آگئے ہیں کہ ان کے مفکر اور فلسفی "قومیت" اور "وطنیت" ہی کے خلاف نہیں "حب الوطنی" کے جابلے کے خلاف بھی دہائی دے رہے ہیں کہ یہ جذبہ کتنا ہی چھٹا سہی لیکن نری حب الوطنی کافی نہیں، انسان کو اس سے کہیں زیادہ حسن اخلاق اور عقل کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ تمدنی وسائل کی تباہ کاریوں کو دیکھ کر ڈوئزر سے علم کے بھی قائل نہیں ہے بلکہ یہ کہنے لگے ہیں کہ انسان نے فطرت کا علم بہت کچھ حاصل کر لیا لیکن اسے خود انسان اور انسانیت سے پوری آگاہی نہیں ہوئی جس سے وہ خود اپنے نفس پر قابو پا سکتا کیونکہ انسان کو اتنی علم کی ضرورت نہیں جتنی دامانی اور نیک حیاتی کی۔

روس نے قومیت اور وطنیت سے ایک قدم آگے بڑھا کر تمام قوموں کے مزدوروں کو مل کر ایک عالمگیر تحریک کی داغ بیل ڈالی لیکن قطع نظر اس کے کہ وہ اپنے اہلی روپ میں چند سال بھی نہ چل سکی اور فوراً ہی اس نے روسی قوم پرستی کا رنگ اختیار کر لیا، اگر فیض مجال یہ تحریک اپنے اصولوں کے مطابق سو فی صدی کامیاب ہو بھی جاتی تو علاوہ اس کے کہ یہ انسانی فطرت اور اس کے بنیادی تقاضوں کے بالکل خلاف ہوتی، یہ "قومیت" اور "وطنیت" کے فتنوں سے کہیں بڑا فتنہ کھڑا کر دیتی کیونکہ یہ بھی دنیا کے بہر حال ایک مخصوص طبقہ کے لوگوں ہی کی فلاح و بہبود کو اپنا نصب العین بنا کر اٹھی تھی۔ چنانچہ اس تحریک کی مختصر تاریخ جو ہمارے سامنے ہے "قومیت" اور "وطنیت" کی تاریخوں سے بھی کہیں زیادہ خون چکان اور وحشتناک ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر "قومیت" اور "وطنیت" اور "انٹراکیت" جو ان وقت دنیا کی ہندب ترین اور متمدن ترین قوموں کے مذاہب اور دینوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کو

انہوں نے ہزار ہا سالوں کے تجربے اور اب سے پہلے کے تمام اجتماعی اور سیاسی نظاموں کو رد کر کے اختیار کیا تھا۔ انسانی زندگی کے مسائل کو حل نہیں کرتے اور حالات و واقعات اور ہمارے عملی تجربات بھی یہ شہادت دے رہے ہیں کہ یہ نظام ہائے زندگی سابقہ نظاموں (مثلاً قبائلی سسٹم، فیوڈل سسٹم، بادشاہت اور ایسٹو کریسی وغیرہ) کے کسی طرح بھی کم شراٹیکز نہیں تو صحیح راہ عمل کیا ہے؟

یہی مسئلہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور اسی نے دنیا کے سب سے بڑے دماغوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ کہیں مختلف ممالک اور قوموں کو ملا کر وفاق کی شکلیں سوچی جا رہی ہیں، کہیں دولت متحدہ (Commonwealth) کی صورت تجویز کی جا رہی ہے، کہیں مختلف قوموں کو اکٹھا کر کے جمعیت اقوام منظم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کوئی ایشیاٹک کانفرنس کا ڈھونگ رچا کر مصنوعی امن کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے لیکن امن عالمگیر کی گتھی ہے کہ سلجھاؤ کی ہر کوشش کے ساتھ اورا بھتی چلی جا رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ ملکوں کی طرح پوری دنیا میں امن قائم کرنے کا بھی ایک اور صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ :

(۱) اس میں چلنے والے الگ الگ سیاسی نظاموں اور اجتماعی تحریکوں کو ختم کر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی نظام قائم ہو اور

(۲) اس میں بننے والے تمام افراد اور قوموں کے ذہنوں سے ان کے ایک دوسرے سے الگ مستقل تشخص (Entities) کے تصور کو نکال کر یہ عقیدہ ان کے دماغوں میں پوسٹ کر دیا جائے کہ وہ سب دراصل ایک ہی کنبے کے افراد ہیں جو مدتوں ایک دوسرے سے دور رہتے رہتے بیگانے بن گئے ہیں۔

اب یہ امر بھی کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ جس طرح اجتماعی امن اور سیاسی نظام کا قیام آپس میں لازم و ملزوم ہیں اسی طرح سیاسی نظام اور صلۃ متعلقہ کے رہنے والے سب لوگوں کا نہیں تو ان کی غالب اکثریت کا کسی ایک اقتدار کے سامنے اطاعت میں جھک جانا لازم و ملزوم ہیں یعنی

جب تک کسی ملک یا حلقے کے سب لوگ یا کم سے کم ان کی غالب اکثریت کسی ایک اقتدار کے آگے سرطاعت خم نہ کر دیں کسی سیاسی نظام کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک یہ صورت قائم رہتی ہے نظم اور امن قائم رہتا ہے اور جب یہ صورت ختم یا اس میں کوئی کمزوری واقع ہو جاتی ہے اسی تناسب سے بد امنی کی شکل رونما ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اگر پوری دنیا میں امن قائم کرنے کی تمنا ہے (اور اب مختلف ممالک کے آپس میں مل جانے سے کسی ایک ملک میں الگ امن قائم کرنے کا امکان بھی نہیں رہا) تو ناگزیر ہے کہ کسی ایسے ذی اقتدار فرماؤ کی تلاش و تعین کی جائے :-

(۱) جس کا اقتدار مستقل اور غیر مختتم ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف پوری دنیا پر محیط ہو سکے بلکہ اسے دنیا کی تمام قوموں پر حکومت کرنے کا کافی الواقع حق حاصل ہو۔

(۲) جس کے سامنے کسی شخص، قوم، ملک یا طبقہ کے لوگوں کو بھی جھکنے میں عار نہ ہو۔

(۳) جو خود تمام عیوب سے پاک اور تمام کمزوریوں سے بالاتر ہو۔

(۴) جس کا سلوک تمام بنی نوع انسان کے ساتھ یکساں مریدانہ اور تمام انسانوں کا تعلق اس سے

یکساں رعیتانہ ہو۔

(۵) جو خود اپنی ذات میں ایسا صاحب قوت و جبروت ہو کہ کسی بڑے سے بڑے ملک، گروہ یا قوم کے لوگوں کو اور پوری دنیا کے لوگوں کو مل کر بھی اس کے سامنے دم مارنے کا یا رانہ ہو بلکہ وہ پوری پوری قوموں اور پوری دنیا سے بیک وقت باز پرس کرنے، حقداروں کو ان کے پورے پورے حقوق دلوانے اور مجرموں کو ان کے جرائم کی پوری پوری سزا دینے پر قدرت رکھتا ہو اور کوئی شخص کسی حال میں اس کی گرفت سے بچ سکتا ہو۔

(۶) جو انسانوں کی فطرت، ان کی نفسیات، ان کے جذبات، ان کی ضروریات، ان کی خفیہ

اور ظاہر قوتوں اور کمزوریوں ہی کا نہیں بلکہ اس کائنات میں کارفرما ساری قوتوں کا بھی ٹھیک ٹھیک علم رکھتا ہو اور جس کی نظر پوری انسانی دنیا اور ان کے ماضی و حال، اور مستقبل سب پر عادی ہو تاکہ وہ

انسانی زندگی کے ایسے اصول اور ضابطے بنا سکے جو تمام ملکوں اور قوموں اور طبقتوں کی دستوں اور کمزوریوں اور فلاح و بہبود کا کیساں لگا کر تے ہوں۔

(۷۷) جو ایسا مسیح و بصیر اور علیم و خیر ہو کہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر اور اس کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہ سکتی ہو اور آخری بات یہ کہ

(۷۸) جس کی شان اس قدر بلند ہو کہ اس کا مقابل اور ہمسرہ کوئی دوسرا ہو اور نہ ہو سکتا ہو۔

اپنے مطلوب عالمگیر فرماؤا کی ان صفت کو ذہن میں رکھ کر جب ہم اس زمین پر فرماؤا کی کے مختلف و عویداروں کا جائزہ لیتے ہیں تو بالکل باوی النظر میں یہ چیز یقین ہو جاتی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ان صفات کا شاہد بھی اپنے اندر نہیں رکھتا اور ادھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل اور قائم ہے کہ مذکورہ صفات کے فرماؤا کے علاوہ کسی دوسرے فرماؤا کی اطاعت کے لیے دنیا کی سب قومیں کیا ان میں سے چند بھی برضا و رغبت تیار نہیں ہو سکتیں کیونکہ آخر کیا وجہ ہے کہ

ایک شخص اپنے ہی جیسے گوشت پرست کے دوسرے انسان کے سامنے

ایک قوم اپنی ہی جیسی ایک دوسری قوم کے سامنے

ایک ملک اپنے ہی جیسے ایک دوسرے ملک کے سامنے اور

ایک طبقہ اپنے ہی جیسے ایک دوسرے طبقے کے سامنے سر جھکاے۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے کہ ایک جماعت یا ایک قوم کچھ عرصے کے لیے دوسری جماعت یا قوم پر اپنا اعتبار و عیب جمانے لیکن یہ غلبہ مستقلاً رہ سکتا ہے اور زیر عیب زیادہ دنوں تک چل سکتا ہے۔

اب جب ہم اس مطلوب عالمگیر فرماؤا یا زبان عربی "الاعلیٰ" کی تلاش میں اپنے گرد و پیش اور بین و آسمان میں پھرتے ہوئی زندگی بے حد و حساب مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں تو دو حقیقتیں ہمارے سامنے فوراً ہی نمایاں ہو کر آ جاتی ہیں کہ :-

(۱) اس کائنات کے خالق نے جو ضرورت اور جس چیز کی طلب بھی انسان کے اندر رکھی ہے

اسے پورا کرنے کا کمال درجے کا انتظام اس کائنات میں کر دیا ہے، اگر انسان کے اندر بھوک اور پیاس